QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

ریاستِ مدینہ سے ریاست پاکستان تک: نظریہ پاکستان کا تاریخی اور فکری ارتقاء

From Medina to Pakistan: The Historical and Intellectual Evolution of the Pakistan Ideology

Muhammad Usman
Lecturer (V) Islamic Studies, Government College of Technology, Bahawalpur. Email: usmanattari807@gmail.com
Dr. Khalil Ahmad
Associate Professor/ Head, Dept. of Archaeology, The Islamia University of Bahawalpur. Email: dr.khalil.ahmad@iub.edu.pk
Muhammad Ahmad
Lecturer in Islamic Studies, Dar-ul-Madina International University, Islamabad. Email: drmeerahmadmalik@gmail.com

Abstract

This research posits that the Pakistan Ideology is not merely a modern nationalist concept but represents the historical and intellectual evolution of the principles established by the first Islamic state in Medina. It argues that the Prophetic model, founded on a distinct socio-religious identity, social contract (Mi'thaq), and divine sovereignty, serves as the foundational paradigm for the genesis of Pakistan. The paper traces this ideological continuum through the centuries, analyzing the formative role of key thinkers who acted as custodians of this vision. It demonstrates how Mujaddid Alf Sani reinforced the theological boundaries; how Sir Syed Ahmad Khan translated this identity for modern political realities; how Allama Iqbal provided the philosophical dream of a state embodying Medinan ideals; and how Quaid-e-Azam actualized this dream through constitutional struggle. Employing a historico-analytical methodology, the study concludes that the creation of Pakistan was the logical culmination of a 1400-year intellectual inheritance, re-affirming the original Medinan model of statehood in the 20th century.

Keywords: Pakistan Ideology, State of Medina, Intellectual Evolution, Two-Nation Theory, Muslim Sovereignty

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تمہید:

نظریہ کسی شے کے مشاہدے اور غور و فکر کے بعد قائم ہونے والا نقطۂ نظر ہے۔ یہ انسان کی فکری سوچ اور تجربے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ فلسفہ، سیاست، مذہب اور سائنس میں نظریہ کے معنی مختلف مگر بنیاد ایک ہی ہے: حقیقت کی تعبیر۔ نظریہ کا تصور یونان سے آیا، جہاں "تھیوریا" نظر و مشاہدہ کے معنی میں تھا۔ فلسفے میں یہ غور و فکر کے بعد اخذ ہونے والا نتیجہ کہلاتا ہے۔ جب انسان کسی نظامِ حیات کو ترتیب دیتا ہے تو وہ اپنے مقاصد کے لیے ایک نظریہ قائم کرتا ہے جو فکر اور عمل دونوں کی بنیاد بنتا ہے۔ آئیڈیالوجی کسی تحریک یا تمدن کا فکری و عملی نقشہ ہے۔ اسلامی آئیڈیالوجی وہ لائحۂ عمل ہے جو ایمان، الہامی ہدایت اور اجتماعیت پر مبنی ہے۔ مضبوط آئیڈیالوجی زندگی کے تمام شعبوں میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے، جیسے موتیوں کو ایک دھاگا جوڑتا ہے۔ یہ صرف خیال نہیں بلکہ عملی پروگرام ہے جس کے لیے قوم قربانی دیتی ہے۔ نظریہ ہی قوم کی قوت، وحدت اور نظامِ زندگی کی بنیاد ہے، اور اسی کے بغیر اس کا وجود اور بقاء ممکن نہیں۔ [1]

لفظ "نظریہ" عربی مادہ "نظر" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی غور و فکر اور مشاہدہ کے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے Ideology کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جسے فرانسیسی مفکر ڈیسٹیوٹ ڈی ٹریسی نے اٹھارویں صدی کے آخر میں متعارف کرایا[2]۔ نظریہ کسی قوم کی فکری و تہذیبی شناخت اور اس کے وجود کی بنیاد ہوتا ہے۔ ریاستِ مدینہ سے ریاستِ پاکستان تک نظریۂ پاکستان کا فکری و تاریخی ارتقاء دراصل اسی فکری تسلسل کی عکاسی کرتا ہے جس میں اسلامی تعلیمات، ملی شعور اور قومی وحدت نے مل کر ایک نظریاتی ریاست کی تشکیل کا راستہ ہموار کیا۔ ابن منظور افریقی (630-711ھ) لسان العرب میں نظر کا معنی لکھتے ہیں:

"النظر": الفكر في الشيء تقدره و تقيسه منك"[3]

نظر کا معنی "کسی چیز میں غور و فکر کرنا، جسے تو فرض کرے اور قیاس کرے"

مولوی فیروز الدین (1281-1368ھ) فیروز اللغات میں نظریہ کا معنی لکھتے ہیں:

" وہ مسئلہ جس میں نظر و فکر سے کام لیا جائے"[4]

لوئیس معلوف (1284-1365ھ) المنجد میں نظر کا معنی لکھتے ہیں:

"نظرا فی الامر" [5]

کسی معاملہ میں سوچنا، فکر کرنا، اندازہ کرنا۔

Oxford Dictionary of English میں ہے:

> "Ideology is a set of beliefs, especially one held by a particular group that influences the way people behave."[6]

یہ تمام تعریفیں نظریہ کے فکری اور عملی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ محض فکری غور و فکر کافی نہیں؛ نظریہ وہ عملی ہدایت بھی ہے جو ایک قوم یا جماعت کے رویوں اور فیصلوں کو متاثر کرتی ہے۔ پاکستان کے نظریے میں یہ خصوصیت واضح ہے

کیونکہ اس نے نہ صرف سیاسی خود مختاری کا راستہ ہموار کیا بلکہ ایک سماجی اور مذہبی شناخت کو بھی قانونی اور عملی سطح پر تسلیم کروایا۔

نظریہ کی اقسام:

دنیا میں کئی قسم کے نظریات رائج چلے آرہے ہیں۔ان کی تین بڑی اقسام ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1)**علمی نظریہ:**

علمی نظریے کو انگریزی میں تھیوری(Theory) کہا جاتا ہے جیسے ایٹمی نظریہ (Atomic Theory)، ڈارون کا نظریہ ارتقاء(Evolution Theory), دو قومی نظریہ(Two Nations Theory)۔

(2) **مذہبی نظریہ:**

مذہبی نظریے کو انگریزی میں (Ideology) کہا جاتا ہے جیسے اسلامی نظریہ (Islamic Ideology) , نظریہ پاکستان (Ideology of Pakistan)۔

(3) **سیاسی نظریہ:**

علم السیاسیات یا پولیٹیکل سائنس کی اصطلاح میں نظریہ یا آئیڈیالوجی (Ideology) کسی قوم کے بنیادی مقاصد سے عبارت ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک اپنے تاریخی، جغرافیائی اور اور نسلی تسلسل کی بناء پر قائم ہیں لیکن زمانہ حال میں کم از کم دو ممالک ایسے ہیں جو کسی نظریے کی وجہ سے معارضِ وجود میں آئے اور وہ یہ ہیں: پاکستان اور اسرائیل 1947ء اور 1948ء میں قائم ہوئے۔[7]

نظریہ پاکستان کی تعریف:

نظریہ پاکستان سے مراد برصغیر جنوبی ایشیاء کے تاریخی تناظر میں مسلمان یہ جانتے تھے کہ وہ اسلامی آئیڈیالوجی کی بنیاد پر ہندوؤں سے جدا قوم ہیں۔ بلاشبہ اسلامی نظریہ حیات نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

نظریہ پاکستان کی ضرورت:

برصغیر کے مسلمانوں کو ابتدا ہی سے احساس تھا کہ وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ اسلام اور ہندومت دو جدا تہذیبیں ہیں جن کے عقائد، زبان اور معاشرت مختلف ہیں۔ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی الگ شناخت برقرار رکھی جو تحریکِ پاکستان پر منتج ہوئی۔[8]

1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں خصوصاً علما پر ظلم ڈھایا، مگر سرسید احمد خان نے اعلان کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔1906ء میں مسلم لیگ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے قائم ہوئی۔[9]

1919ء کی تحریکِ خلافت نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ امام احمد رضا خان نے واضح کیا کہ آزادی کے حامی ہیں مگر ہندو مسلم اتحاد کے نہیں۔ اس تحریک نے دو قومی نظریہ کو مضبوط کیا۔[10]

23 مارچ 1940ء کی قراردادِ لاہور نے اسی نظریے کو سیاسی بنیاد دی۔ علامہ اقبال کے خطبہٴ الہٰ آباد اور قائداعظم کی قیادت نے مسلمانوں کے لیے جداوطن کی راہ ہموار کی۔ یوں محمد بن قاسم سے اقبال وجناح تک کا یہ سفر 14 اگست 1947ء کو پاکستان کی صورت میں مکمل ہوا۔

مختلف مفکرین کے نزدیک نظریہ پاکستان و دو قومی نظریہ

البیرونی(973-1048ء) کا نظریہ پاکستان:

البیرونی جو کہ علمِ حساب و نجوم کے ماہر تھے اور ہندوؤں کے ساتھ تقریباً دس سال گزارے نے بھی اپنی کتاب "کتاب الہند" میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو دو مختلف قومیں تصور کیا۔ [11]

سید احمد خان(1817-1898ء) کا نظریہ پاکستان:

1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمانان برصغیر سخت بحران میں مبتلا ہو گئے۔ 1867ء میں انہوں نے کہا کہ "برصغیر کے مسلمان اور ہندوٴ علیحدہ قومیں ہیں اس سلسلے میں آپ نے برصغیر کی تاریخ میں پہلی دفعہ مسلمانان برصغیر کے لئے علیحدہ قوم کا لفظ استعمال کیا اور کہا کہ میں یہ بات کہنے میں کوئی مضایقہ نہیں سمجھتا کہ برصغیر کے مسلمان اور ہندوٴ الگ الگ قومیں ہیں"۔ (اور یہی ان کا دو قومی نظریہ کے حوالے سے نظریہ تھا)[12]

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال(1877-1938ء) کا نظریہ پاکستان:

ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے فکری سفر میں ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں ایک واضح نظریہ پیش کیا، جو بالآخر پاکستان کے قیام کا فکری بنیاد بنا۔ انہوں نے 1930ء میں الہ آباد کے مشہور خطبے میں فرمایا: آپ نے 1930ء کے خطبہ الہ آباد میں بھی اس طرح فرمایا کہ:

> "مسلمان اور ہندوٴ دو مختلف قومیں ہیں۔ جن میں کوئی شے مشترک نہیں اور پچھلے ایک ہزار برس سے ملک میں جداگانہ حیثیت قائم رکھے ہیں کیونکہ ان قوموں کے نظریات میں واضح فرق ہے لہذا میرے خیال کے مطابق ان قوموں کا ملک بھی الگ الگ ہونا چاہیئے۔ (اور یہی دو قومی نظریہ کی اصل ہے)"[13]

یہ بیان دراصل دو قومی نظریہ (Two-Nation Theory) کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے فکری، مذہبی اور ثقافتی اختلافات کو تسلیم کرتا ہے اور ریاست کی تقسیم کی ضرورت کو منطقی طور پر جواز فراہم کرتا ہے۔ اقبال نے ایک اور موقع پر مسلمانوں کی سماجی و دینی حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

> "ایک اہم بات جو کہ میرے ذاتی مشاہدے میں آئی ہے وہ یہ کہ مشکل وقت میں مسلمان اسلام کی وجہ سے محفوظ رہے ہیں لیکن مسلمانوں نے درست انداز میں اسلام و دین کی حفاظت نہ کی۔ ابھی

بھی اگر آپ اسلام کی حقیقی تعلیمات پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور زندگی گزارنے کے ڈھنگ اسلام کے مطابق بنالیں تو اب بھی یہ منتشر قوم اکٹھی ہو جائے گی اور بربادی سے بچ جائے گی"۔[14]

یہ بیان اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر مسلمانوں کی اجتماعی بقاء اور سیاسی خود مختاری کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک، مسلمانوں کی کامیابی اور بقاء کا دارومدار صرف دینی شناخت اور فکری اتحاد پر منحصر تھا۔ اقبال کے وہ ارشادات جو ہندوستان کے مستقبل سے متعلق تھے، 1947ء میں حقیقت کی شکل اختیار کر گئے۔ انہوں نے کہا:

"اس قرارداد میں رکھے گئے مطالبات میں میں اپنے طور پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں: میری تو خواہش یہ ہے کہ صوبہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کو باہم ملا کر ایک ہی ریاست بنا دیا جائے۔ میں ایسا دیکھ رہا ہوں کہ ایک مضبوط مسلم ریاست جو کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ہو، چاہے یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر یا باہر خود اختیاری کے حصول کو یقینی بنائے، بہر حال یہ مقدر تو شمالی مغربی مسلمانوں کا بن کر رہے گی"۔[15]

یہ بیان اقبال کے **فلسفیانہ اور عملی وژن** کی عکاسی کرتا ہے: ایک ایسی مضبوط مسلم ریاست کا قیام جو مذہبی، ثقافتی اور سیاسی بنیادوں پر مسلمانوں کی خود مختاری کو یقینی بنائے۔ اقبال کے خطبے اور ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ پاکستان صرف جغرافیائی یا سیاسی تقسیم پر مبنی نہیں تھا، بلکہ یہ ایک **فکری، دینی اور تہذیبی پہلوؤں پر مبنی نظریہ** تھا۔ اس میں مسلمانوں کی خودی، فکری بقاء، اور اسلامی اصولوں کے مطابق اجتماعی زندگی کی ضرورت بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔ اس نظریہ نے بعد میں پاکستان کے قیام کے لئے ایک مضبوط فکری بنیاد فراہم کی۔

ڈاکٹر محمد اقبال کا دو قومی نظریہ:

ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلمانانِ برصغیر کے لیئے علیحدہ مملکت کے لئے جدوجہد کی اور مختلف قراردادوں میں بھی شریک ہوئے جس کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جہاں وہ مذہبی آزادی کے ساتھ رہیں۔ آپ کی شاعری سے دین و سیاست، غلامی و آزادی، قومیت و وطنیت،، خوفِ خدا اور عشقِ مصطفی ﷺ جھلکتا تھا۔ آپ پاکستان کی آزادی سے قبل 21 اپریل 1938ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔[16] وہ فرماتے ہیں:

"مسلم اور ہندو دو مختلف قومیں ہیں۔ ان دونوں کے درمیان کوئی شے مشترک نہیں ہے اور سابقہ ایک ہزار برس سے وہ ہندوستان میں اپنے لئے الگ سوچ و فکر و تہذیب قائم کئے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کہنا ہو گا کہ ان دونوں قوموں کے آزادی کے نظریے میں واضح فرق ہے"۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کا 29 دسمبر 1930ء کو الہٰ باد میں کیا گیا خطاب بہت اہمیت کا حامل اس کو تحریک پاکستان کے لئے میگنا کارٹا کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ اس خطبہ الہٰ باد میں دو قومی نظریہ کے حوالے سے جو نظری اور فکری، عملی اور دستوری پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے وہ مختصراً ذیل ہیں:

> "I would like to see the Punjab, North West Frontier Province, Sindh and Baluchistan amalgamated into single State. Self-Government with in the British Empire or without the British Empire, the formation of a consolidated North West Indian Muslim State appears to me is the final destiny of the Muslim".

> "چاہتا ہوں کہ بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کو ایک ہی ریاست میں مدغم دیکھوں۔ شمالی مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری منزل ہی ایک ایسی مضبوط ریاست کا قیام ہے جو ایک خود مختار ریاست کے طور پر ہو چاہے وہ ریاست برطانوی حکومت کے اندر ہو یا باہر ہو"۔ [17]

> "India is a country of different nations whose race, language and religion are all different from each other. I see that the Muslims of North West India will establish an organized Islamic State".

> "ہندوستان ایسی قوموں کا ملک ہے جو کہ ایک دوسرے سے مذہب، زبان اور نسل کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ان کے اعمال و اخلاق ان خصوصیات کے متحمل نہیں ہو سکتے جو کہ ایک مشترکہ نسل کے افراد میں موجود ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کا یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ایک اسلامی ہندوستان قائم کریں ہندوستان میں"۔ [18]

ڈاکٹر اقبال برابر اس خیال کی اشاعت میں مصروف رہے، جلسہ الہ آباد کے بعد گول میز کانفرنس کے اجلاس میں بھی اس خیال کو پیش کیا اور دستور ہند 1935ء لے بعد متواتر قائداعظم کو اس طرف توجہ دلاتے رہے۔ چنانچہ اپنی وفات سے 10 ماہ قبل یعنی 21 جون 1937ء کو آپ نے ایک خط میں قائداعظم محمد علی جناح کو لکھا تھا کہ:

"ایک پُرامن ہندوستان کے حصول کے لئے واحد طریقہ یہی ہے کہ نسلی و مذہبی اور لسانی اعتبار سے سارے ملک کی نئے سرے سے حد بندی کی جائے۔ بیشتر برطانوی سیاست داں اور مُدبر بھی اس کو سمجھتے ہیں اور وہ ہندو مسلم فسادات جو اس کی دستور کی آمد آمد پر بڑی تیزی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں۔ اس ملک کی حقیقی صورت حال سے آگاہ ہونے کے لئے ان کی آنکھیں مزید کھول دیں گے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لارڈ لوتھیان نے میرے انگلستان چھوڑنے سے قبل مجھ سے کہا تھا کہ ہندستان کے مسائل کے حل کے لئے میری اسکیم واحد امکانی حل ہے لیکن اس پر عمل درآمد کے لئے کم از کم ابھی 25 سال درکار ہیں"۔ [19]

نواب بہادر یار جنگ (1905-1944ء) کا نظریہ پاکستان:

" وطنِ عزیز پاکستان کا حصول اتنا مشکل امر نہ تھا جتنا کہ پاکستان کو بنانا اور اس کو قائم رکھنا۔ اس بات کا کون منکر ہو سکتا ہے کہ ہمارا حصولِ پاکستان کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایسی جگہ کا حصول ہے جدھر وہ شیطان کا ایک آلہ کار بن کر اس کی ہی باتوں پر عمل درآمد ہوں کہ جس پر دنیا آج چل رہی ہے۔ اگر حصولِ پاکستان کا یہی مقصود ہی ہے تو میں ایسے پاکستان کی حمایت نہیں کر سکتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں کہ تاکہ ادھر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے بیان کردہ فرامین پر مشتمل حکومت قائم ہو۔ اگر کسی نظام حیات کی بنیاد قرآن و سنت کی تعلیمات پر نہیں ہے تو اس قسم کی سیاست کو کہ صراصر شیطانی ہے، اس سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔"[20]

قائداعظم محمد علی جناح(1876-1948ء) کا نظریہ پاکستان:

آپ نے 8مارچ 1947ء کو مسلم یونیورسٹی میں دورانِ خطاب فرمایا" مسلمانوں کے لئے ان کی قومیت کی بنیاد وطن اور نسل پر نہیں بلکہ توحید پر ہے۔ ہندوستان میں جب پہلا ہندو مسلمان ہوا تو پاکستان اسی روز ہی وجود میں آچکا تھا جسکے بعد وہ اپنی ہندو قوم کا فرد نہیں بلکہ مسلمان قوم کا فرد بن گیا۔ اس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کا سلسلہ بڑھا"۔[21]

قائداعظم محمد علی جناح نے 23مارچ 1940ء کو فرمایا" مسلم قوم ہر معاملہ میں ہندوؤں سے الگ قوم ہیں، ان کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنے لئے علیحدہ وطن کے حصول کو یقینی بنائیں تاکہ وہ خود کے لئے معاشرتی و معاشی مفادات اور ثقافتی اقدار کا تحفظ کر سکیں"۔[22]

آپ نے 1945ء میں قوم کے نام پیغام میں فرمایا" اس بات سے ہر کوئی باخبر ہے کہ قرآن ہی مسلمانوں کے لئے ضابطہ اخلاق ہے، جسکی خوبی یہ ہے کہ وہ نہ صرف مذہب بلکہ تجارت و معاشرت، فوج اور فوجداری کے تمام اصول و قوانین کو اپنے میں سموئے ہوئے ہے۔ چہ جائے کہ مذہبی رسومات ہوں یا ضروریاتِ زندگی سے متعلقہ معاملات، بدن کی پاکیزگی کی بات ہو یا نجاتِ روح کی، حقوق کی ادائیگی اجتماعی سلسلے کے ساتھ یا انفرادی، تمام مذکورہ امور سے متعلق قوانین اس ضابطے میں واضح کر دیئے گئے ہیں"۔[23]

26نومبر 1946ء کو پاکستان کے نظریاتی تشخص سے متعلق جواب میں فرمایا کہ "میرا ایمانی جذبہ یہ کہتا ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول ﷺ کے زندہ و جاوید قانون کے مطابق دنیائے عالم کی ایک بے مثال اور انمول مملکت ہوگی۔ میں اقبال سے اس بات پر متفق ہوں عالمِ اسلام کے جمیع مسائل کا حل اسلام سے زیادہ اچھا نہیں ہے۔ ان شاءاللہ پاکستان لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر معرجِ وجود میں آئے گا اور یہ ایک مثالی مملکت ہوگی"۔[24]

قائداعظم محمد علی جناح کا دو قومی نظریہ:

محمد علی جناح 25دسمبر 1876ء بروز پیر کراچی میں پیدا ہوئے۔ 19اپریل 1918ء کو رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے، ان کی اہلیہ مس رتی ابتداء تو مسلمان نہ تھی لیکن اسلام کے مطالعہ و تشویق کے سبب محمد علی جناح سے شادی سے قبل مسلمان ہو گئیں۔ محمد علی جناح نے پاکستان کے لئے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں جس کے باعث وہ بانی پاکستان کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کا وصال 11 ستمبر 1948ء کو کراچی میں ہوا۔[25] قائداعظم مسلمانوں کو ہر لحاظ سے علیحدہ قوم اور اسلام کو ہر لحاظ سے علیحدہ مذہب

گردانتے تھے اور آپ دو قومی نظریہ کے زبردست حامی تھے جس کا اندازہ آپ کی تقاریر سے لگایا جا سکتا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی میں 14 اگست 1924ء کو Daily Heraid of London کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

> "No, the gulf between Hindus and Muslims is too great ever to be bridged. How can you get together with people who will not eat under the same roof? Can you? Or let me put it this way. Hindus want to worship the cow while Muslims want to eat it.Where can there be any compromise?"

> "ہرگز نہیں! ہندوؤں اور مسلمانوں میں خلاء اتنا زیادہ ہے کہ اس کو کسی بھی وقت پاٹا جا سکتا ہے۔ جو لوگ جو ایک چھت تلے کھانا کھانے کے لئے تیار نہیں ہیں آپ کس طرح ان کو اکٹھے جمع کر سکتے ہیں؟ بلکہ میں اس طرح کہتا ہوں کہ ہندو چاہتے ہیں کہ وہ گائے کی پوجا کریں جبکہ مسلمان چاہتے ہیں کہ اس کو کھائیں۔، اب کیسے مصلحت ممکن ہے؟" [26]

12 جنوری 1945ء کو مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس، پشاور سے خطاب میں فرمایا:

> "I have often made it clear that if the Muslims wish to live as honourable and free people, there is only one course open to them, to fight for Pakistan, to live for Pakistan and if necessary to die for the achievement of Pakistan or else Muslims or Islam is [sic] doomed. Pakistan not only means freedom and independence but Islamic Ideology which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and a treasure, which we hope others will share with us".

> "میں کئی بار یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک آزاد قوم کی مانند زندگی بسر کریں تو ان کے لئے ایک ہی راستہ ہے، اور وہ راستہ یہ ہے کہ ان کو چاہیئے کہ وہ پاکستان کے لئے ہی زندہ رہیں اور اسی کے لئے لڑیں۔ اب یا تو اسلام و مسلمان تباہی کے دہانے پہنچ جائیں یا پھر وہ پاکستان کے حصول میں موت قبول کریں۔ پاکستان کا صرف مقصد آزادی کا حصول ہی نہیں بلکہ ایک اسلام آئیڈیالوجی ہے جو کہ دراصل اسلامی نظریہ حیات ہے جسکی ہر صورت میں حفاظت کرنی ہے۔ یہ ہمارے تک بطور قیمتی اثاثہ کے ہم تک پہنچی ہے۔ ہم پُر امید ہیں اور افراد بھی اس میں ہمارے ساتھ شراکت کریں گے"۔ [27]

مولوی ابوالقاسم فضل حق (1873-1962ء) کا نظریہ پاکستان:

23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں پورے برصغیر سے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ جلسے کے صدر قائداعظم محمد علی جناح تھے اور اس میں قراردِاد لاہور پیش کرتے ہوئے شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق نے کہا کہ " ملک میں مسلمانوں کے لئے ان کی رضامندی کے بغیر کوئی بھی قانون یا نیا منصوبہ قابلِ قبول نہ ہو گا۔ ذیل میں موجود بنیادی

اصولوں کے مطابق مقرر نہ کئے گئے ہوں، اسکا مطلب ہے کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں جغرافیائی اعتبار سے ملنی ہونے والی وحدتوں کی حد بندی کی جائے۔اسکے ساتھ ان متصل وحدتوں میں اقلیتی افراد کے سیاسی، معاشی، معاشرتی، ثقافتی اور مذہبی حقوق کا دائمی تحفظ ان سے مشاورت کے ساتھ آئین میں کیا جائے"۔ [28]

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی(1903-1981ء)کا نظریہ پاکستان:

"میرے خیال کے مطابق پاکستان ہرگز اسلام کے بغیر پائندہ نہیں رہ سکتا یہ ایک الگ بات ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ محض اسلام ہی پاکستان کی وحدت کا سبب ہے، اس وحدت میں سب سے اہم عنصر اسلام ہے۔ اسلام اگر نہ ہو تو مسلمانوں کو مجتمع رکھنا بہت مشکل امر ہے"۔ [29]

ڈاکٹر سید عبداللہ(1905-1986ء)کا نظریہ پاکستان:

" نظریہ پاکستان عبادت ہے اس عقیدے سے کہ پاکستان دو قومی تصور کا نتیجہ ہے یعنی یہ کہ مسلم اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں۔البتہ مسلمانوں کی قومیت کی بناء اسلام پر منحصر ہے ۔ مسلمان ایک الگ قوم ہے جس کے سبب معاشرت، تہذیب اور اخلاقیات میں دوسروں سے مختلف ہیں اور پاکستان میں اردو زبان ان کی نمائندگی کرتی ہے ۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ یہ قوم ہندوستان کی ہزار سالہ تاریخ کا شعور رکھتی ہے اس لئے اس کے جمیع احوال اس تاریخی تناظر میں ہونے چاہیئے۔" [30]

علامہ محمد اسد(1900-1992ء)کا نظریہ پاکستان:

یہودی مذہب کو ترک کر کے دامن اسلام سے وابسطہ ہونے والے محمد اسد جن کا سابقہ نام لیوپولڈ ویز تھا، وہ نہ صرف پاکستان بلکہ تحریکِ پاکستان کے بھی حقیقی اہداف و مقاصد کی بہت فہم رکھتے تھے۔ جب وہ ہندوستان آئے تو تحریکِ آزادی جاری تھی جبکہ دوسری جانب قائداعظم محمد علی جناح کی تسخیر کن سیاست کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی جماعت میدان میں آگئی تھی جس میں یہ بات واضح تھی کہ ہندوستان کی تقسیم دو حصوں میں ہو کر رہے گی۔ علامہ محمد اسد نے جب ڈاکٹر محمد اقبال سے ملاقات کی تب سے بر صغیر میں ایک آزاد ریاست کے حصول کو اپنے لئے لازم قرار دے دیا، اپنی مختلف تحریروں سے اس کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔انہوں نے 1946ء میں ایک ماہنامہ رسالے "

عرفات "کا اجراء کیا"۔ [31]

علامہ محمد اسد نے پاکستان بننے سے تین ماہ قبل مئی 1947ء کو ایک فکر انگیز مقالہ لکھا جو اسی جریدہ" عرفات "میں شائع ہوا۔ جس میں نظریہ پاکستان اور پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے بصیرت افروز گفتگو کی" میں یہ نظریہ رکھتا ہوں (اور سابقہ چودہ سال سے میں اس نظریے پر قائم ہوں) کہ اسلام کا کوئی مستقبل نہیں ہندوستان میں، سوائے اس کے کہ پاکستان ایک حقیقی مثال بن کر قائم ہو جائے۔ اگر واقعی پاکستان قائم ہو جاتا ہے تو تمام عالمِ اسلام میں ایک روحانی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جس طرح تیرہ سو برس قبل ایک اسلامی ہیئت حاکمہ قائم کرنا ممکن تھا کم و بیش ایسے ہی اب بھی ممکن ہے۔ مسلمان عوام وجدانی

طور پر پاکستان کی اسلامی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں اور واقعی ایسے حالات کی خواہش رکھتے ہیں جن میں معاشرے کے ارتقاء کا نقطہ آغاز لا الہ الا اللہ ہو"۔ [32]

جسٹس ریٹائرڈ ڈاکٹر جاوید اقبال "فرزند ڈاکٹر اقبال"(1924-2015ء) کا نظریہ پاکستان:

" پاکستان کو اسلامی نظریہ کی ضرورت اس کے استحکام کے تعلق سے ضروری اس لئے ہے کہ اس وطن میں الگ الگ قومیں رہتی ہیں کہ جنکی زبانیں مختلف ہیں اور جغرافیائی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے متغایر ہیں۔ ان میں صرف ایک ہی مشترکہ جذبہ ہے جو کہ اسلام ہے اگر اسی جذبہ کو ہی منہا کر دیا جائے تو پاکستان کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ اگر آنے والے وقت میں ایسا ہو جائے تب اس ملک وملت کی تمدنی وسیاسی زندگی کے ارتقاء کے امکانات میں اضافہ ہو جائے گا، اگر ایسا نہ ہوا تو جان لو کہ ہمارا مستقبل روشن نہ ہو گا"۔ [33]

علامہ علاؤالدین صدیقی(1936-2017ء) کا نظریہ پاکستان:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر دین اسلام رائج ہو، افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی، حکومتوں پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی تر قوت یہاں اسلام ہو۔

نظریہ پاکستان کی اساس وبنیاد(دو قومی نظریہ):

دو قومی نظریہ یہ کہتا ہے کہ مسلمان اور ہندو دو الگ قومیں ہیں، اُن کے دین، تہذیب، زبان اور طرزِ زندگی مختلف ہیں۔ اس بنیاد پر مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست ضروری تھی تاکہ وہ اپنی دینی وثقافتی شناخت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ یہی نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔ قرآنِ حکیم میں واضح ہے کہ مسلمان الگ امت ہیں، جبکہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین الگ قومیں۔ اسلام نے غیر مسلموں سے عدل وبھلائی کی اجازت دی، مگر دین کے معاملے میں دوستی سے منع فرمایا۔ جو اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے، وہ ان کے دشمنوں کو دوست نہیں بنا سکتا۔ قرآن نے اسی سے مسلمانوں کی الگ شناخت ثابت کی، جیسا نظریہ حضرت ابراہیمؑ نے پیش کیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

> " وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةًۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ" [34]
>
> "اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو"۔

اس آیت مبارکہ میں ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو بُت پوجتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ تُم یہ غیر خدا (بُت) پوجنے کی وجہ سے کھلی گمراہی میں ہو۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَۙ"[35]

"اے کافرونہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو"۔

یہ کہنا غلط ہے کہ دو قومی نظریہ کا کوئی وجود نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد یہی نظریہ تھا— مسلمانوں کو اپنی دینی و ثقافتی شناخت کے مطابق رہنے کے لیے الگ ریاست درکار تھی۔ یہ دلیل اس لیے درست تھی کہ برصغیر میں مذہب، تہذیب اور طرزِ حیات میں بنیادی فرق موجود تھا۔ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ الگ معاملہ ہے، مگر نظریاتی طور پر پاکستان کا قیام دو قومی تصور پر مبنی تھا۔[36]

احادیث میں بھی کفار و مشرکین سے دوستی، الفت و محبت کو اساس پاکستان کے لئے مہلک قرار دیا ہے اور ان کی دوستی سے منع کیا گیا ہے۔

- "عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم":

"لن أستعين بمشرك"۔[37]

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ہرگز مشرک سے مدد نہیں لوں گا"۔

- کفّار سے دُور رَہنے کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

"وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُۙ"[38]

"اور ظالموں کی طرف نہ جھکو، ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی"۔

ذکر کی گئی آیت میں مفتی نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ لہٰذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ وہ اللہ پاک کے نافرمان ہیں چاہے وہ کفار ہوں، گمراہ ہوں یا بے دین ہوں ان تمام کے ساتھ الفت و محبت، انکے رسم و رواج میں شرکت کرنا اور ان کی اسلام مخالف سوچ کی تائید کرنا منع ہے۔"[39]

- "عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم":

"إن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تشهدوهم، وإن لقيتموهم فلا تسلموا عليهم"[40]

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بیمار ہو جائیں، تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں، تو ان کے جنازوں میں نہ جاؤ اور اگر تم ان سے ملو، تو انہیں سلام نہ کرو"۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مرتدین کے تعلق سے احکام بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "ایک مسلمان کو یہ روا نہیں کہ وہ مرتد کو سلام کرے یا اسکے ساتھ کسی قسم کا میل جول رکھے، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ مرتد بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کرے۔"[41]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو قومی نظریہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 26 جون 1564ء اور وصال 10 دسمبر 1624ء کو سرہند میں ہوا۔ آپ کا نسب حضرت عمرؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی اصلاحی جدوجہد کا آغاز عہدِ اکبری میں ہوا اور ثمرات جہانگیری دور میں ظاہر ہوئے۔ اکبر ابتدائی طور پر دین دار تھا، مگر رفتہ رفتہ ہندو بیویوں، عیسائی پادریوں اور خوشامدی علماء کی صحبت سے دین سے دور ہو گیا۔ اس نے مختلف مذاہب کو ملا کر دین الٰہی ایجاد کیا، جو اسلامی تعلیمات کے خلاف تھا۔ اکبر نے خطبوں میں "لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ" پڑھنے کا حکم دیا، شراب کو جائز قرار دیا اور ذبیحے پر پابندی لگا دی۔ یہ سب اقدامات اسلام دشمن سوچ اور ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے تھے۔[42] حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں بڑے درد و سوز کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور کفر کے ذلیل کرنے کی اپیل کی ہے۔ ایک مکتوب جو آپ نے خان اعظم کے نام لکھا اس میں ارشاد فرمایا:

"اسلام اس وقت کمزوری کی حالت میں ہے، کفار دین واہلِ اسلام پر طعن کرتے اور اپنے باطل احکام عام کرتے ہیں۔ لازم ہے کہ مسلمان ان فتنوں سے محفوظ رہیں، ورنہ بے علمی کے باعث پھر وہی دشمنی جاگ سکتی ہے جو اکبر کے دور میں تھی"۔[43]

دو قومی نظریہ جس کا ثبوت نہ صرف قرآن مجید سے ہے بلکہ سنتِ نبوی ﷺ بھی اس پر شاہد ہے جسکو بادشاہ اکبر کے دور میں ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ پاک کی نصرت و توفیق سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جرات ایمانی اور جلال فاروقی سے کام لیتے ہوئے ایسی کوششوں کو خاک میں ملا دیا۔ ڈاکٹر اقبال نے بہت خوب کہا ہے:

"وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار"

مشہور مؤرخ و محقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی تحریر کرتے ہیں "دور جہانگیری میں حضرت مجدد الف ثانی جو کہ شیخ احمد سرہندی کے نام سے ملقب ہیں، آپ اسلام کی حقیقی تعلیمات کا علمِ حق بلند کرنے آئے اور آپ کی ان مصلحانہ جدوجہد کی بدولت تحریک احیائے دین شروع ہوئی۔ دور اکبری کے بعد بیسویں صدی کے آغاز میں دوبارہ اس فتنے نے پروان چڑھنا شروع کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ علیل تھے) نے دلائل قاہرہ کو سامنے رکھتے ہوئے دو قومی نظریہ مکمل طاقت و حمیت کے ساتھ بیان فرمایا"۔[44]

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو قومی نظریہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ 14 جون 1856ء کو بریلی میں پیدا ہوئے، اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے، مذہب و ادب کے عالم اور سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔ آپ کے رسائل اعلام الاعلام، انفس الفکر اور دوام العیش نے سیاستِ ملیہ پر گہرا اثر ڈالا۔ آپ کا وصال 28 اکتوبر 1921ء جمعہ کے روز بریلی میں ہوا۔[45] جب برصغیر میں دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی جا رہی تھی تو امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ہندو مسلم اتحاد کے فریب کو بے نقاب کیا۔ آپ نے فرمایا: "ان کی ایک آنکھ کھلی ہے مگر دوسری بند ہے، یعنی انگریزوں سے مخالفت ہے مگر ہندوؤں سے دلی محبت باقی ہے۔" 1897ء میں آپ نے دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا، جس نے بعد میں علامہ اقبال، قائداعظم محمد علی جناح اور چوہدری رحمت علی کو مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کے مطالبے کی راہ دکھائی۔[46] آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 1318ھ میں پٹنہ میں سنی کانفرنس کے موقع پر دو قومی نظریہ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

> "نہ صرف کافر بلکہ عیسائی، مشرک، آتش پرست اور مرتد سب ہمارے دشمن ہیں۔" آپ نے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا: "ہندو الگ قوم ہیں اور مسلمان الگ قوم۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: الكفر ملة واحدة یعنی سارا کفر ایک ہی ملت ہے۔ چاہے وہ ہندوستان کا ہو یا امریکہ و برطانیہ کا، سب ایک ہیں۔ مسلمانو! تم نے ہندو سے صلح کر لی اور یہ سمجھ لیا کہ انگریز حکومت تمہیں آزادی دے جائے گا، حالانکہ تم دھوکے میں ہو"۔[47]

انکی اسی بصیرت کے حوالے سے ڈاکٹر اقبال نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "وہ بڑے غور و فکر سے فیصلہ صادر کرتے ہیں اسی لئے رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریک پاکستان کے حوالے سے میاں عبد الرشید نے لکھا ہے کہ "بلاشبہ پاکستان کے لئے حضرت بریلوی کی خدمات قائداعظم اور ڈاکٹر اقبال سے کسی طرح کم نہیں"۔[48]

جسٹس سید امیر علی کے نزدیک دو قومی نظریہ:

سید امیر علی اپریل 1849ء کو اُترپردیش میں پیدا ہوئے۔ وہ اہل تشیع مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے اور اُن کا خاندان حضرت امام علی رضا کی اولاد میں سے تھا۔ سید امیر علی ایک ایک روشن خیال مفکر، ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کے ایک باصلاحیت سیاست دان، نشاۃ ثانیہ کے علمبردار اور قانون دان تھے اور 1873ء میں بیرسٹری کی سند حاصل کی۔ وہ 3 اگست 1928ء کو فوت ہوئے اور برد کُڈ قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔[49] سید امیر علی، برصغیر کے نامور مفکر و مصلح تھے، جنہوں نے دو قومی نظریہ کو یوں بیان کیا: "ہندوستان کے مسلمان ایک الگ قوم ہیں، جن کا مذہب، نظریۂ حیات اور روایات ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں، ایک ہزار برس ساتھ رہنے کے باوجود وہ کبھی ایک قوم نہیں بن سکے"۔[50]

مولانا محمد علی جوہر کے نزدیک دو قومی نظریہ:

مولانا محمد علی جوہر برصغیر کی آزادی، صحافت اور اسلامی فکر کے عظیم علمبردار تھے۔ آپ 10 دسمبر 1878ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ شاعر، مجاہدِ آزادی، اور نامور صحافی تھے۔ 1911ء میں ہفت روزہ دی کامریڈ اور 1913ء میں ہمدرد جاری کیا۔ آپ کی جرات مندانہ تحریروں پر 1915ء میں قید و بند اور اخبار پر پابندی عائد ہوئی۔ رہائی کے بعد تحریکِ خلافت کے قائد بنے اور برطانوی استعمار کے خلاف ملک گیر جدوجہد کی۔ 1931ء میں گول میز کانفرنس میں آزادیٔ وطن کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"جب تک میرے وطن کو آزاد نہ کروگے، میں واپس نہیں جاؤں گا، تمہیں میری قبر بھی یہیں بنانی ہوگی۔"[51]

اسی سال لندن میں انتقال فرمایا۔ وصیت کے مطابق بیت المقدس میں دفن کیے گئے۔ مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں ایک جملے میں ان کی زندگی اور موت کا سامان سمیٹا ہے لکھتے ہیں: "ان کی ساری زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف رہی تھی، اس لئے یہ بالکل مناسب حال تھا کہ انہیں اسلام کے مقاماتِ مقدسہ میں سے ایک مقام بیت المقدس میں وہاں کے باشندوں کی درخواست پر دفن کیا گیا۔" [52]

علامہ شبیر احمد عثمانی کے نزدیک نظریہ پاکستان:

علامہ شبیر احمد عثمانی برصغیر کے ممتاز عالمِ دین، مدبر اور قیامِ پاکستان کے سرگرم مؤید تھے۔ آپ 11 اکتوبر 1887ء کو بجنور (اترپردیش) میں پیدا ہوئے اور 13 دسمبر 1949ء کو بہاولپور میں وفات پائی۔ ابتدا میں جمعیت العلماء ہند سے وابستہ رہے، مگر جب وہ کانگریس کے زیرِ اثر آگئی تو علیحدہ ہو کر جمعیت العلماء اسلام کے پلیٹ فارم سے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی۔ ان کا کہنا تھا: "پاکستان کے قیام کے لیے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیے، ورنہ اس ملک میں ان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔"[53] قائداعظم نے انہیں آئینِ پاکستان کی تشکیل کے لیے قائم کمیٹی میں شامل کیا، اور پرچم کشائی کا شرف بھی انہیں اور علامہ ظفر احمد عثمانی کو عطا فرمایا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اسلامی ریاست کے قیام کے داعی تھے، فرماتے ہیں: "میری خواہش ہے کہ ہم ایسی ریاست قائم کریں جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو اور خلافتِ راشدہ کی طرز پر قائم ہو۔ ان کے نزدیک دس کروڑ مسلمانوں کی علیحدہ ریاست کو نہ ماننا، نفرت انگیز اور اہانت آمیز عمل تھا۔" [54]

چوہدری رحمت علی کے نزدیک دو قومی نظریہ:

چوہدری رحمت علی 1893ء میں ضلع ہوشیارپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے اور 1951ء میں برطانیہ میں وفات پائی۔ وہ مسلمانوں کے مخلص خیر خواہ اور نظریۂ پاکستان کے اولین معماروں میں تھے۔ 1915ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں بزم شبلی قائم کی اور اپنے خطاب میں فرمایا کہ:

"جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں انہیں مذہبی و ثقافتی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔"[55]

انہوں نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کی تجویز دی اور پہلی بار 1933ء میں اپنے کتابچے "ابھی یا کبھی نہیں" (Now or Never) میں "پاکستان" کا نام پیش کیا۔ اس میں انہوں نے دو قومی نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "ہم ایک جداگانہ قوم ہیں اور ہمیں اپنے علاقوں کے لیے الگ آئین وریاست دی جائے۔" اسی سال انہوں نے پاکستان نیشنل موومنٹ کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد برصغیر سے "انڈین ازم" کی غلامی ختم کر کے روحانی، ثقافتی اور قومی آزادی کا شعور بیدار کرنا تھا۔[56]

علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی:

محمد ابراہیم میر اپریل 1874ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور 12 جنوری 1956ء کو وہیں وفات پائی۔ آپ اہلِ حدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور آل انڈیا حدیث کانفرنس (1906ء) کے بانیوں میں شامل تھے۔ ابتدا میں جمعیۃ علمائے ہند سے وابستہ رہے، مگر متحدہ قومیت کے نظریے سے اختلاف کے باعث الگ ہوگئے اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ جمعیۃ علمائے اسلام کی بنیاد رکھی۔ آپ 1940ء کے تاریخی اجلاسِ لاہور میں بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے دو قومی نظریہ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان کی بنیاد مسلمانوں کے استقلالِ ملی پر ہے، یعنی مسلمان دنیا بھر میں غیر مسلموں کے مقابلے میں ایک مستقل قوم ہیں۔ ہماری قومیت کسی وطن، نسل یا زبان پر نہیں بلکہ کلمۂ طیبہ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کے اعتقاد پر قائم ہے۔"[57]

نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریہ: سیرتِ طیبہ ﷺ اور ریاستِ مدینہ کی روشنی میں:

اللہ خالق کائنات نے حضرت محمد ﷺ کو دونوں جہانوں کے لئے بطور رحمت بنا کر بھیجا ہے کہ ان کی حیاتِ طیبہ سے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ احسن انداز میں تربیت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے جس بھی پہلو کو دیکھا جائے وہی نرالا ہے۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک ماخذ شریعت میں قرآن حکیم کے بعد جس کو اہم ترین ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے وہ سنتِ رسول ﷺ ہے جو کہ جمیع انسانیت کے لئے نہ صرف عملی مثال ہے بلکہ قرآنِ مجید میں اس کو اسوہ حسنہ کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[58]

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے"۔

سیرتِ طیبہ ﷺ کے موضوعات میں امن وامان کے تقاضے، بین الاقوام وبین الممالک تعلقات وروابط، معاشی، معاشرتی وانفرادی معاملات ومسائل اور اسلامی اعمال وعقائد وغیرہ شامل ہیں اور انہی سے متعلقہ مسائل کا حل سیرتِ طیبہ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ انہی تمام حقائق کے پیشِ نظر آپ ﷺ کی سیرت کو اسوہ حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔[59] وطنِ عزیز پاکستان اور سیرتِ طیبہ ﷺ کا باہمی تعلق اُس وقت سے قائم ہے جب نہ پاکستان کا مطالبہ ہوا تھا اور نہ ہی وہ وجود میں آیا تھا۔ اس تعلق کی بنیاد دراصل بیسویں صدی کے اُس فکری معرکے میں رکھی گئی جو ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن کی شناخت کے حوالے سے لڑا۔ اقبالؒ نے سیرتِ طیبہ ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے واضح کیا کہ مسلم قوم کی بنیاد عقیدہ وملت پر ہے، نہ کہ وطن پر۔

انہوں نے فرمایا کہ جس طرح ریاستِ مدینہ کی بنیاد ایمان، اخوت اور شریعتِ محمدی ﷺ پر رکھی گئی، اسی طرح پاکستان کا تصور بھی اسی روحانی و دینی اساس کا تسلسل ہے۔ اس کے استدلال پر ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

"عقیدہ قومیتِ مسلم کشود از وطن آقائے ما ہجرت"

یعنی" اسکا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ سے قومیت کا مسئلہ حل کر دیا، ثابت ہوا کہ قوم وطن سے نہیں بلکہ ایمان سے بنتی ہے۔ نظریہ پاکستان کی بنیاد بھی اسی نظام مصطفیٰ ﷺ پر ہے جو انسانیت، عدل و مساوات اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر قائم ہے۔

بانی پاکستان کی فکر کی قرآن وحدیث سے مطابقت:

قائد اعظم محمد علی جناح نہ صرف اسلام بلکہ اسلامی تعلیمات سے بھی گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کے اسلام سے متعلق محبت و مودة کا اندازہ یوں لگا سکتے ہیں کہ وہ ہر مقام پر اسلام کی تعلیمات سے محبت کو لازمی جزو قرار دیتے۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں اکثر قرآن پاک کو بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے 4 اپریل 1943ء کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام میں فرمایا" ہماری ہدایت اور باطنی روشنی کے لئے ہمارے پاس قرآن کا عظیم ترین پیغام ہے"۔ [60]

اسی طرح انہوں نے مسلمانوں کو جسدِ واحد فرمایا اور قرآن مجید پر کامل ایمان سے متعلق 6 دسمبر 1943 کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں فرمایا کون سا ایسا تعلق ہے جس سے ملنے کی وجہ سے تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہو گئے ہیں۔ ان کی ملت کس چٹان پر استوار ہے۔ اس امت کی کشتی کس لنگر سے محفوظ کی گئی ؟ وہ لنگر، چٹان اور رشتہ محض اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب قرآن حکیم ہے۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جائیں گے ایک دوسرے سے متحد ہوتے جائیں گے " [61]

15 نومبر 1942ء کو آل انڈیا مسلم فیڈریشن کے جلسہ میں کہا" میرے سے اکثر اوقات یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان میں حکومت کس طرز کی ہو گی؟ میں اس بات کی تعیین کرنے والا کون ہوں بلکہ آج سے تقریباً تیرہ سو سال قبل قرآنِ پاک نے واضح کر دیا ہے۔ اللہ پاک کے فضل سے قرآنِ حکیم ہم سب کے لئے رہنما موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ چونکہ آئینِ پاکستان قرآن حکیم نے واضح کر دیا اس سے متعلق قیامِ پاکستان سے قبل جولائی 1947ء کو قائد اعظم محمد علی جناح سے علامہ شبیر احمد عثمانی نے دریافت کیا کہ وطنِ عزیز پاکستان کا دستور کس طرز پر بنایا جائے گا، اس پر انہوں نے جواب دیا پاکستان کا آئین قرآنِ پاک ہی ہو گا، بذاتِ خود میں نے قرآنِ پاک کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس بات پر یقین کامل رکھتا ہوں کہ کوئی آئین بھی قرآنی آئین سے زیادہ مستند نہیں ہو سکتا۔ مجھے اسلام کا سپاہی بن کر یہ جنگ جیتنے پر فخر ہے"۔ [62]

آپ ﷺ کی سیرت کو محمد علی جناح اپنے لئے باعثِ نعمت عظمیٰ سمجھتے اور امتِ مسلمہ کی تمام مشکلات اور پریشانیوں کا حل حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی تقلید میں سمجھتے تھے۔ اُن کا ایمان تھا کہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے سے ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے شاہی دربار سبی میں 14 فروری 1948ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا" میں اس بات پر

کامل ایمان رکھتا یوں کہ ہمارے لئے نجات کی راہ اسوہ حسنہ پر عمل کرنے میں ہے۔ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم درست معنوں میں اپنی جمہوریت کی بنیادیں اسلامی نظام حیات پر رکھیں۔ مفکرِ پاکستان ڈاکٹر محمد اقبال یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جب تک کوئی قوم سلسلہ نبوت کو اپنا منشور اور نصب العین نہ بنالے وہ اپنی منزلِ مقصود کو نہیں حاصل کر سکتی"۔ [63]

ریاستِ مدینہ میں آزاد ریاست کا مطالبہ:

حضرت محمد ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت عرب کی سیاسی حالت کا عالم یہ تھا کہ اسکا شمالی حصہ روم کی سلطنت کے ماتحت تھا، اسی طرح مشرقی حصہ فارس کی سلطنت کے ماتحت تھا۔ جنوبی حصہ حبشہ کی سلطنت کے زیرِ اثر تھا جبکہ اسکی مشرقی شاخ قسطنطنیہ کی سلطنت کا قبضہ تھا۔ اپنے طور پر عرب اس خیال میں تھا کہ وہ آزاد ہے جبکہ عرب کو زیرِ سایہ کرنے کے لئے ہر سلطنت جستجو کر رہی تھی جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ ملکِ عرب کی آزادی کی وجہ مذکورہ سلطنتوں کی میں رقابت تھی۔ [64]

عربوں کی اخلاقی حالت:

جہاں تک اہلِ عرب کی اخلاقی حالت کا تعلق ہے وہ نہایت ہی بدتر تھی اور ان کے درمیان بُت پرستی کے عام ہونے کی وجہ ان کی جہالت بنی اور ان کے توہم پرست ہونے کی وجہ بت پرستی کے ان کے اذہان پر غلبہ کی وجہ سے تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ پہاڑ، درخت، چاند، سورج، پتھر الغرض اپنی مَن چاہی چیز کو اپنا معبود قرار دیتے اور اپنے ہی بنائے ہوئے پتھروں وغیرہ کی عبادت کرتے۔ نہ صرف ان کے عقائد بلکہ اعمال بھی حد درجہ گر چکے تھے۔ ان میں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا، شراب کا استعمال، جوا اور قتل وغارت جیسے اعمالِ قبیحہ ان کے مشغلے بن چکے تھے۔ [65]

بُت پرستی کا عروج:

حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین میں مبعوث فرمایا۔ یہ وہی ارضِ مقدس ہے جس سے متعلق موسوی عیسوی اور محمدی شریعت کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واضح انداز میں اعلان کیا۔ اسی کا ذکر قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ " [66]

"اور اس آزاد گھر کا طواف کریں"

جب آپ ﷺ تشریف لائے تو خانہ کعبہ 360 بتوں سے بھرا ہوا تھا جن میں لات، منات، ھبل اور عزی نمایاں تھے۔ بالآخر فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اسے ہمیشہ کے لیے شرک وبت پرستی سے پاک فرمادیا۔ [67]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے تین ادوار:

(1) نبوت کے ابتدائی تین برسوں میں آپ ﷺ نے نہایت رازداری سے دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا، جس کے نتیجے میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ ایمان لائے، پھر حضرت ابو بکرؓ کی دعوت سے دیگر ممتاز صحابہؓ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ [68]

(2) تین سالوں میں کی گئی یہ خفیہ اسلام کی دعوت کے نتیجے میں مسلمانوں کا ایک گروپ تیار ہو گیا جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سورہ شعراء کا نزول فرمایا۔ اور اس میں ارشاد ربانی ہے:

"وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" [69]

"اور اے محبوب ﷺ! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں"۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ حکم ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے اقرباء کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں، اس پر حضرت محمد ﷺ ایک دن صفہ کی پہاڑی پر تشریف لائے اور قریش کے قبیلہ کو پکارا، یہ پکار سنتے ہی تمام قریش اکٹھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے اور وہ اس پہاڑ کے پیچھے ہے تو کیا میری اس بات کا تم سب یقین کرو گے؟ اس پر تمام لوگوں نے کہا جی ہاں!۔ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو جائے گا اگر تم ایمان نہیں لے کر آؤ گے؟" [70] اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اعلانِ نبوت کے چوتھے سال اللہ پاک نے سورہ حجر کی یہ آیت نازل فرمائی، ارشاد ربانی ہے:

"فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ" [71]

"پس وہ بات اعلانیہ کہہ دیں جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے"

مذکورہ آیتِ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد، اور واضح انداز میں بت پرستی اور شرک کی مذمت بیان فرمانے لگے، آپ ﷺ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ قریش سمیت سب اہلِ مکہ حضرت محمد ﷺ کی مخالفت پر اتر آیا اور آپ ﷺ سمیت ان کے اصحاب رضی اللہ عنھم کو تکالیف پہنچانے کے سلسلہ کا آغاز ہو گیا۔ [72]

دو قومی نظریہ اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم:

جب آپ ﷺ نے مکہ میں توحید و رسالت کی دعوت دی اور فرمایا کہ عبادت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے لیے ہے، تو کفارِ مکہ آپ ﷺ کے سخت دشمن بن گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں، راستوں میں کانٹے بچھائے، نجاست پھینکی، اور آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) جادوگر و مجنون کہا۔ ایک موقع پر عقبہ بن ابی معیط نے نماز کے دوران آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر دم گھونٹنے کی کوشش کی، تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دوڑ کر آپ ﷺ کو بچایا۔ انہی ظالموں کے خلاف آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی، اور بدر کے دن سب اپنے انجام کو پہنچے۔ [73]

اسی تناظر میں قرآن پاک میں ذکر ہوا۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُم۔قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰىؕ"[74]

"اور یہودی اور عیسائی ہر گز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کر لیں"۔

آیتِ مذکورہ میں واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں سے راضی نہ ہوں گے جب تک مسلمان ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔

دو قومی نظریہ اور صحابہ کرام پر مظالم:

آپ ﷺ کی دعوت کے تسلسل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی توحید کا پیغام عام کیا، جس پر کفارِ مکہ نے انہیں سخت اذیتیں دیں، مگر ان اہلِ ایمان نے صبر واستقامت سے دینِ حق کا پرچم بلند رکھا۔

کفارِ مکہ نے اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت بلالؓ، حضرت خبابؓ، حضرت عمارؓ اور ان کے والدین سمیت کئی صحابہؓ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ دہکتی ریت پر لٹایا گیا، پتھروں تلے کچلا گیا مگر یہ جانثارانِ اسلام ایمان پر ثابت قدم رہے۔ آخر کار انہی مظلوم مگر باایمان مسلمانوں کی قربانیوں سے مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست، ریاستِ مدینہ قائم ہوئی، جو عدل، ایمان اور اخوت کی بنیاد پر دنیا کے لیے نمونہ بنی۔[75] اسی چیز کو اگر حصولِ پاکستان کی رو سے دیکھا جائے تو برصغیر میں بھی مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کئے گئے۔ اہلیانِ اسلام کے لئے سیاسی، دینی، معاشی اور معاشرتی تمام حقوق سلب کر لئے گئے تھے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کو مارا جاتا تھا اور کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے مسئلے پر اُن کی قتل وغارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا، جس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

1857ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر شدید ظلم شروع کر دیا۔ صرف پندرہ دنوں میں تقریباً دو لاکھ کے قریب مسلمان شہید ہوئے جس میں ساڑھے اکیاون ہزار علمائے کرام اور مشائخ عظام تھے۔ انگریز مؤرخ مسٹر تھامسن لکھتا ہے کہ 1864ء سے 1867ء تک صرف تین برس میں انگریز عیاروں نے تقریباً چودہ ہزار علماءِ کرام کو تختہ دار تک پہنچایا۔ دلی سے لے کر خیبر تک ہر درخت پر کسی نہ کسی عالمِ دین کی گردن لٹکی ہوئی تھی، اسی طرح بیشتر علماء کو جلاوطن کیا گیا۔ اس ظلم وستم کے بعد بھی جب انگریزوں کو تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کے معاش کے دروازے بند کر دیئے۔ 1870ء تک کسی مسلمان کو ملازمت نہیں دی گئی۔ انگریزوں کی وحشیانہ کاروائیوں کے باوجود مسلمان آزادی کی جنگ لڑتے رہے۔[76]

ان تمام جنگوں کا مقصد دینِ اسلام کی سربلندی اور غلامی کی زندگی سے ایک آزاد ریاست کا تصور تھا جہاں مسلمان اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں آزاد ہوں اس کے لئے ان پر جتنے بھی مصائب آئے وہ انہوں نے اس لئے برداشت کئے کہ ایک دن وہ اس تبلیغِ اسلام میں ضرور کامیاب ہونگے۔ انہوں نے شدید ترین مشکلات کے باوجود ظالم کی حمایت نہ کی۔ بقول حسرت موہانی:

"مر جائیں گے ظالم کی حمایت نہ کریں گے
احرار کبھی ترکِ روایت نہ کریں گے"۔

خلاصہ

زیرِ نظر تحقیق اس مؤقف کو قائم کرتی ہے کہ نظریہ پاکستان کوئی بیسویں صدی کا سیاسی حادثہ نہیں، بلکہ یہ ریاستِ مدینہ کے اولین اصولوں پر مبنی ایک چودہ سو سالہ فکری و تاریخی سفر کا منطقی انجام ہے۔ یہ آرٹیکل واضح کرتا ہے کہ اسلام کی پہلی نظریاتی ریاست، جس کی بنیاد جداگانہ اُمت کے تصور، میثاقِ مدینہ جیسے سماجی معاہدے اور حاکمیتِ الٰہی پر تھی، وہی بنیادی نمونہ ہے جس کی تشکیلِ نو پاکستان کی صورت میں کی گئی۔ تحقیق اس فکری تسلسل کا جائزہ لیتی ہے جس میں مجدد الف ثانی نے اس نظریے کی روحانی سرحدوں کا تحفظ کیا، سر سید احمد خان نے اسے جدید سیاسی قومیت کی زبان دی، علامہ اقبال نے اسے ریاستِ مدینہ کے آئیڈیل پر ایک جدید فلاحی ریاست کا فلسفیانہ خواب عطا کیا، اور بالآخر قائداعظم محمد علی جناح نے اس خواب کو ایک ٹھوس آئینی حقیقت میں بدل دیا۔ گویا، یہ تمام اکابرین اسی نظریاتی ورثے کے امین تھے، جنہوں نے ایک الہامی ماڈل کو جدید دنیا میں ایک قابلِ عمل ریاست کی شکل عطا کی۔

نتائجِ تحقیق

- پاکستان کی نظریاتی اساس کا حقیقی ماخذ ریاستِ مدینہ ہے، جس کے اصول (جداگانہ شناخت، سماجی انصاف، اور حاکمیتِ الٰہی) نظریہ پاکستان میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔
- دو قومی نظریہ محض ایک سیاسی حکمتِ عملی نہیں، بلکہ یہ اُمت کے قرآنی تصور کا تسلسل ہے، جو مسلمانوں کو ایک الگ تہذیبی و روحانی قوم کے طور پر پیش کرتا ہے۔
- نظریہ پاکستان کا ارتقاء ایک مربوط اور مسلسل فکری سفر ہے، جس میں ہر مفکر نے پچھلے مفکر کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے اس نظریے کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا۔
- سر سید احمد خان نے امت کے مذہبی تصور کو جدید "قوم" (Nation) کے سیاسی تصور میں کامیابی سے منتقل کیا۔
- علامہ اقبال نے اس سیاسی تصور کو ایک روحانی اور فلسفیانہ گہرائی بخشی اور اسے ریاستِ مدینہ کے فلاحی ماڈل سے براہِ راست جوڑ دیا۔
- قائداعظم نے اس نظریاتی اور فلسفیانہ خواب کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایک ایسی آئینی اور سیاسی جدوجہد کی قیادت کی جو ریاستِ مدینہ کے اصولوں پر ایک جدید ریاست کے قیام پر منتج ہوئی۔
- قیامِ پاکستان کے وقت کی جانے والی ہجرت محض ایک نقل مکانی نہیں تھی، بلکہ یہ نظریے کی خاطر کی جانے والی "ہجرتِ مدینہ" کی سنت کا احیاء تھی۔

سفارشات

- سفارش کی جاتی ہے کہ تعلیمی نصاب میں نظریہ پاکستان کو صرف ایک سیاسی تحریک کے طور پر پڑھانے کے بجائے، اس کا براہِ راست تعلق "ریاستِ مدینہ کے ماڈل" سے جوڑا جائے تاکہ نئی نسل اپنی نظریاتی اساس کی گہرائی کو سمجھ سکے۔
- ریاست کے قانون ساز اداروں کو سفارش کی جاتی ہے کہ وہ پالیسی سازی کرتے وقت ریاستِ مدینہ کے اصولوں خاص طور پر سماجی انصاف، اقلیتوں کے حقوق اور فلاحی ذمہ داریوں کو نظریہ پاکستان کی عملی تشریح کے طور پر رہنما اصول بنائیں۔
- جامعات میں "مطالعہ ریاستِ مدینہ و نظریہ پاکستان" پر خصوصی تحقیقی مراکز قائم کیے جائیں جو اس فکری تسلسل پر تحقیق کو جدید دور کے عالمی، سیاسی اور سماجی چیلنجز کے تناظر میں آگے بڑھائیں۔
- قومی میڈیا اور سرکاری اداروں کے ذریعے اس بیانیے کو فروغ دیا جائے کہ پاکستان کا قیام محض ایک قوم پرست جدوجہد نہیں، بلکہ ایک نظریاتی ریاست کے قیام کا تسلسل ہے، تاکہ قومی اتحاد کو فرقہ وارانہ اور لسانی تعصبات سے بالاتر ہو کر فروغ دیا جا سکے۔
- وزارتِ خارجہ کو سفارش کی جاتی ہے کہ وہ عالمی سطح پر پاکستان کا تشخص ایک ایسی جدید مسلم ریاست کے طور پر پیش کرے جس کی بنیادیں ریاستِ مدینہ کے ترقی پسند اور انسانیت دوست اصولوں پر قائم ہیں۔

---

[1] Khurshid Ahmad Manj, *"Islamic Ideology aur Uski Bunyadain," Nazriya-e-Pakistan*, No. 12 (Karachi: Daftar Chiragh-e-Rah, 1960), p. 32.

[2] David Nemeth, *Encyclopedia of Human Geography* (UK: Sage Publications, 2006), pp. 241–243.

[3]Abu al-Fadl Jamal al-Din Muhammad ibn Mukarram Ibn Manzur, *Lisan al-'Arab* (Misr: Dar al-Ma'arif, 2008), Vol. 6, p. 1366.

[4]Maulvi Feroz al-Din, *Feroz-ul-Lughat* (Lahore: Ferozsons Pvt. Ltd., 2010), p. 1345

[5] Louis Ma'luf, *Al-Munjid* (Lahore: Maktabah Qudusia, Urdu Bazaar, 2009), p. 903

[6]Catherine Soanes, Oxford Dictionary of English (Oxford: Oxford University Press, 3rd Edition, 2010), p. 2227.

[7]Mohsin Farani Manj, "Do Qaumi Nazriya aur Iske Islami Taqazay," Majallah Asatizah Lahore, (March 2016), p. 26

[8] Muhammad Ahmad Siddiqi, Tehreek-e-Azadi-e-Hind aur Musalman (Gorakhpur: Idarah Subh-e-Watan, 1998), pp. 21–24

[9] Professor Muhammad Saleem, Tareekh-e-Nazriya-e-Pakistan (Lahore: Idarah Ta'leemi Tahqiqat, Tanzim-e-Asatizah, 1985), p. 157

[10] Dr. Muin al-Din Aqil, Musalmanon ki Jadojehad-e-Azadi (Lahore: Maktabah Ta'meer-e-Insaniyat, Urdu Bazaar, 1984), p. 100

[11] Abu Rayhan al-Biruni, Kitab al-Hind (Lahore: Book Talk, Mian Chambers, 3 Temple Road, 2011), pp. 9–12

[12]Dr. Muhammad Jahangir Tamimi, Zawal se Iqbal Tak: Qiyam-e-Pakistan ka Nazriati Pas-e-Manzar (Lahore: Markaz Mutali'at Junubi Asia, Punjab University, 2011), pp. 200–201

[13] Muhammad Akram Khan Suri, Qarardad-e-Maqasid Mein Virus (Lahore: GDS Printers, 2005), p. 221

[14]Dr. Abdul Ghafur Rashid, Zabta-e-Akhlaq: Seerat Tayyiba ﷺ ki Roshni Mein (Lahore: Adan Printers, 2019), p. 162

[15] Iqbal Ahmad Siddiqi (translator), Allama Iqbal: Tehriren aur Bayanāt (Lahore: Iqbal Academy, 2015, 2nd edition), pp. 26–27

[16] Maulvi Muhammad Tahir Farooqi, Seerat-e-Iqbal (Lahore: Qaumi Kutub Khana, Railway Road, 1939), pp. 1, 23

[17] ꞋIqbal Ahmad Siddiqi, trans. Allama Iqbal: Tehreerein aur Bayanaat (Lahore: Iqbal Academy, 2nd ed., 2015), 26–27.

[18] Dr. Muhammad Yousuf Farooqi, Tasawwur-e-Pakistan: Baniyan-e-Pakistan ki Nazar Mein (Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University, 2005), p. 51

[19]Professor Muhammad Khalil-Allah, Tehreek-e-Pakistan (Karachi: Shoba-e-Taleef o Tarjuma, 1982), pp. 340–341

[20]Muhammad Yusuf Farooqi, Tasavvur-e Pakistan Banian-e Pakistan ki Nazar Mein (Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University, 2005), 82.

[21]Muhammad Sharif Baqa, Quaid-e Azam ke Islami Afkar (Lahore: Nazariya-e Pakistan Trust, 3rd ed., 2009), 2.

[22]Muhammad Sharif Baqa, Quaid-e Azam ke Islami Afkar (Lahore: Nazariya-e Pakistan Trust, 3rd ed., 2009), 109.

[23]Abdul Salam Khurshid, Quaid-e Azam aur Pakistan (Islamabad: National Book Foundation, 3rd ed., 2016), 95.

[24]Muhammad Yusuf Farooqi, Tasavvur-e Pakistan Banian-e Pakistan ki Nazar Mein (Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University, 2005), 25.

[25] Zia Shahid, Quaid-e Azam: Zindagi ke Dilchasp aur Sabaq Amooz Waqiat (Islamabad: Quaid Foundation, 2005), 1, 39.

[26] Zahid Abbas, "Teesray Peher ka Khwab," Jasarat Sunday Magazine (September 2020), 3.

[27] Iqbal Ahmad Siddiqi, Quaid-e Azam Taqareer o Khitabat (Lahore: Bazm-e Iqbal, Club Road, 1998), vol. 3, 405.

[28]Muhammad Ali Chiragh, Akabireen Tehreek-e Pakistan (Lahore: Sang-e Meel Publications, 2003), 430.

[29] Ishtiaq Ahmad Qureshi Manj, "Islamic Ideology aur Uski Buniyaden," Nazariya-e Pakistan Number, no. 12 (Karachi: Daftar Chiragh-e Rah, 1960), 343.

[30] S. M. Shahid, Islam, Pakistan aur Jadeed Dunya-e Islam (Islamabad: Allama Iqbal Open University, 2nd ed., 2006), 155.

[31] Ghatreef Shahbaz Manj, "Allama Muhammad Asad aur Un ki Deeni o Ilmi Khidmaat," Maahnama Al-Shariah 25, no. 8 (2013), 11.

[32] Muhandis Muhammad Akram Khan Suri, Nazariya-e Pakistan aur Qarardad-e Maqasid: Aik Tajziya (Karachi: Fair Fan Press, 2016), 4.

[33] Khurshid Ahmad Manj, "Harf-e Chand," Nazariya-e Pakistan Number, no. 12 (Karachi: Daftar Chiragh-e Rah, 1960), 417.

[34] Al-An'aam 6:7474.

[35] Al-Kafiroon 109:1–2.

[36]Maulana Rafi Usmani, Do Qaumi Nazariya jis par Pakistan Bana (Lahore: Bait-ul-Uloom, Purani Anarkali), 5.

[37]Hajjaj bin Qushayri al-Muslim, Al-Sahih al-Muslim (Riyadh: Dar 'Aalam al-Kutub, 1417 AH), hadith no. 1817.

[38] Hud 12:113.

[39]Naeemuddin Muradabadi, Khazain al-Irfan (Karachi: Maktaba al-Madina, 2012), 437.

[40]Muhammad bin Yazid Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab al-Sunnah, Bab fi al-Qadr (Beirut: Dar Ihya al-Kutub al-'Arabi, 1418 AH), vol. 1, hadith 92, 35.

[41]Ahmad Raza Khan, Fatawa Razawiyyah (Lahore: Raza Foundation, 1998/1419 AH), 298.

[42]Muhammad Ali Chiragh, Akabireen Tehreek-e Pakistan (Lahore: Sang-e Meel Publications, 2003), 16.

[43]Ahmad Sirhindi, Imam Rabbani Shaikh, Maktubat Imam Rabbani, Farsi Daftar Awwal, trans. Qazi Alamuddin (Lahore: Tajir Kutub, Bazar Kashmiri, 1913), maktub 65, 144.

[44]Muhammad Abdul Hakim Sharaf Qadri, Do Qaumi Nazariya: Hazrat Mujaddid Alf Sani aur Allama Iqbal ki Nazar Mein (Lahore: Raza Academy, 1997), 8–9.

[45] Muhammad Masood Ahmad, Hayat-e Maulana Ahmad Raza Khan (Karachi: Idarah Tahqiqat-e Imam Ahmad Raza, 4th ed., 1999), 100.

[46]Mufti Faiz Ahmad Owaisi, Do Qaumi Nazariya aur Ulama-e Ahl-e Sunnat, 2–3.

[47]Muhammad Shehzad Turabi, Tehreek-e Azadi-e Hind aur Mashaikh o Ulama ka Kirdar (Karachi: Maktaba Ghausiyyah Wholesale), 9.

[48]Muhammad Ali Chiragh, *Akabireen Tehreek-e Pakistan* (Lahore: Sang-e Meel Publications, 2003), 289–290.

[49] Shahid Husain Razaqi, Syed Amir Ali: Halat aur Siyasi, Deeni aur Ilmi Khidmaat (Lahore: Idarah Saqafat-e Islamiyyah, Club Road, 1970), 19.

[50] Shahid Husain Razaqi, Syed Amir Ali: Halat aur Siyasi, Deeni aur Ilmi Khidmaat (Lahore: Idarah Saqafat-e Islamiyyah, Club Road, 1970), 72.

[51] Muhammad Ali Chiragh, Akabireen Tehreek-e Pakistan (Lahore: Sang-e Meel Publications, 2003), 525.

[52] Muhammad Jahangir Tamimi, Zawal se Iqbal tak: Qiyam-e Pakistan ka Nazariyati Pas-e Manzar (Lahore: Markaz Mutali'at-e Junubi Asia, Punjab University, 2011), 237.

[53] Muhammad Ali Chiragh, Akabireen Tehreek-e Pakistan (Lahore: Sang-e Meel Publications, 2003), 601.

[54] Muhammad Saleem, Tareekh Nazariya-e Pakistan (Lahore: Idarah Ta'leemi Tehqeeq, Tanzeem-e Asatza, 1st ed., 1985), 157.

[55]Ata-ur-Rehman, Pictorial History of Pakistan Movement (Lahore: Al-Mezaan Publishers, 2013), 82.

[56]Muhammad Ali Chiragh, Akabireen Tehreek-e Pakistan (Lahore: Sang-e Meel Publications, 2003), 288–291.

[57] Muhammad Ameen Muhammadi, Tehreek-e Pakistan mein Ulama Ahl-e Hadith ka Kirdar (Lahore: Dar al-Muslimeen, Urdu Bazar, 2019), 395.

[58] Al-Ahzab 33:21.

[59] Maulana Hamid Siraj Attari, "Shab o Roz: Seerat Tayyibah ki Ahmiyat" (October 16, 2021.(

[60] Muhammad Sharif Baqa, Quaid-e Azam ke Islami Afkar (Lahore: Nazariya-e Pakistan Trust, Shahrah-e Quaid-e Azam, 3rd ed., 2009), 56.

[61] Zia Shahid, Quaid-e Azam: Zindagi ke Dilchasp aur Sabaq Amooz Waqiat (Islamabad: Quaid Foundation, 2005), 220.

[62] Tayyiba Kausar Manj, "Quaid-e Azam ki Zindagi ka Ruhani Pehlu," Dokhtaran-e Islam 26, no. 12 (December 2019), 20.

[63] Amna Khalid Manj, "Quaid-e Azam ko Islami Taleemat se Gehraa Lagao Tha," Dokhtaran-e Islam 29, no. 8 (September 2022), 34.

[64] Maulana Safiur Rahman Mubarakpuri, Al-Raheeq al-Makhtoom (Lahore: Al-Maktabah al-Salafiyyah, Shish Mahal Road, 2000), 55.

[65] Allama Abdul Mustafa Azmi, Seerat-e Mustafa (S.A.W.) (Karachi: Maktaba al-Madina, Faizan-e Madina, Mohalla Saudagaran, 2008), 43–44.

[66] Al-Hajj 29:22.

[67] Muhammad Akram Rana, Muhammad Rasul Allah (S.A.W.): Aik Afaqi Paighambar (Multan: Salamat Iqbal Printing Press, 2002), 39.

[68] Allama Abdul Rahman Ibn Khaldun, Tareekh Ibn Khaldun (Karachi: Nafees Academy, Urdu Bazar, 2003), vol. 1, 42.

[69] Al-Shu‘ara 26:214.

[70] Allama Ibn Kathir, Al-Bidayah wa al-Nihayah, trans. Professor Kokab Shadani (Karachi: Nafees Academy, Urdu Bazar, 1987), vol. 3, 61.

[71] Al-Hajr 16:94.

[72] Muhammad Isa Qadri Rizvi, Seerat-e Mustafa (S.A.W.): Jan-e Rehmat (Lahore: Shabbir Brothers, Urdu Bazar, 2007), 698–699.

[73] Muhammad Isa Qadri Rizvi, Seerat-e Mustafa (S.A.W.): Jan-e Rehmat, 699.

[74] Al-Baqarah 2:120.

Muhammad Isa Qadri Rizvi, Seerat-e Mustafa (S.A.W.): Jan-e Rehmat, 120.[75]

[76] Muhammad Ahmad Siddiqi, Tehreek-e Azadi-e Hind aur Musalman (Gorakhpur: Idarah Subh-e Watan, 1998), 21–24.